خطبہ جمعہ

قرآن کریم کی آیات کے حوالہ سے صفات الٰہیہ کے مضمون کے بیان سے آپ کو قرآن کریم کے کئی معارف معلوم ہوتے چلے جائیں گے

مختلف آیات قرآنیہ کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت رحیم کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ

(حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں موصول ہونے والی ڈاک کے تعلق میں دو اہم نصائح)

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۱۸ر مئی ۲۰۰۱ء بمطابق ۱۸ر ہجرت ۱۳۸۰ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله—

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم— بسم الله الرحمٰن الرحيم —

الحمدلله رب العٰلمين — الرحمٰن الرحيم — مٰلك يوم الدين — إياك نعبد و إياك نستعين —

اهدنا الصراط المستقيم — صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين—

﴿ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا. وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكَافِرِيْنَ . ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ .وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (سورة التوبه آيات ۲۶-۲۷)

صفاتِ باری تعالیٰ کا جو مضمون مَیں نے شروع کر رکھا ہے یہ تو ایک ناپیداکنار سمندر ہے اور صفات کے ادلنے بدلنے کے ساتھ ساتھ، کن صفات کو پہلے لایا جاتا ہے پھر کن کو بعد میں لایا جاتا ہے یہ ایک بہت گہرا مضمون ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لے گا۔ یعنی ہم ختم کرنا نہ بھی چاہیں گے انشاءاللہ لیکن یہ مضمون ختم کرنے کی انسان میں استطاعت نہیں ہے۔ لیکن یہ مجھے خوشی ہے کہ جس طرح حضرت خلیفة المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ خلیفہ کا اصل کام تو قرآن سکھانا ہے اور قرآن کا درس دینا ہے۔ پیچھے مجھے بیماری کی وجہ سے درس دینے کی توفیق نہیں ملی تھی اب اس مضمون کے ساتھ ساتھ مجھے کچھ نہ کچھ درس کی بھی توفیق عطا ہوتی جارہی ہے۔ ایک قسم کا جسے کہتے ہیں Mini درس ہے لیکن اس کے حوالہ سے آپ کو قرآن کریم کے بہت سے مضامین اور بہت سے مسائل معلوم ہوتے چلے جائیں گے۔

اس آیت کریمہ میں جو مَیں نے ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے، پھر اس نے رسول اور مومنین کے دلوں میں سکینت اتاری ﴿وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ اور تمہارے لئے ایسے لشکر اتارے جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے۔ ﴿وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ اور کافروں کو عذاب دیا۔ یہاں جو رسول کے اوپر لشکر اتارے جاتے ہیں یا جن کے رعب سے دشمنوں پر ہیبت طاری ہوتی ہے وہ مومنوں کو دکھائی نہیں دیتے لیکن ان کا اثر دکھائی دے دیتا ہے۔ کوئی چیز اپنے اثر سے پہچانی جاتی ہے ورنہ کہا جاسکتا تھا کہ یونہی ایک دعویٰ کر دیا گیا ہے حالانکہ جتنے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے غیروں کے ساتھ غزوات ہوئے ہیں ان میں یہ چیز نمایاں تھی کہ غیر بے حد مرعوب ہو گیا تھا۔ کیوں ہوا تھا کسی کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر مرعوب ہونا دکھائی دے رہا تھا تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم کا کلام اپنی بات پر کتنا حاوی ہے کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہیں مل سکتا کہ یونہی گپ ماردی گئی ہے، کہہ دیا گیا ہے کہ لشکر اتارے، دکھائی نہیں دیتے۔ کس کو دکھائی دے سکتے تھے، کیونکہ فرشتوں کے لشکر تو لاتعداد ہیں اور دکھائی دے سکتے ہی نہیں بلکہ اثر دکھائی دیتا ہے اور خدا تعالیٰ دکھائی نہیں دیتا۔ اس نے جو کائنات پیدا کی، جو اثرات رکھے وہ دکھائی دیتے ہیں۔ تو جو دیکھتا ہے اس کو دیکھ کر وہ جو نہیں دکھائی دیا تھا وہ اس پر یقین ہو جانا چاہئے۔ پس اس پہلو سے قرآن کریم یہ فرمارہا ہے کہ وہ لشکر تھا اور اس کے نتیجہ میں ایک اور بات تم دیکھ رہے تھے کہ دشمن جو کفر کرنے والے تھے ان پر عذاب نازل ہو رہا تھا۔ تمہارے ہاتھوں بھی مارے جارہے تھے اور ان لشکروں کے رعب سے بھی مارے جارہے تھے۔

﴿ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكَافِرِيْنَ﴾ اور کافروں کی یہی جزا ہوا کرتی ہے۔ ﴿ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ﴾ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتے ہوئے اس پر جھکا جس کو اس نے پسند فرمایا کہ یہ اس لائق ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

پھر ایک اور جگہ قرآن کریم ان لوگوں کو مجبور سمجھتا ہے جو کسی بیماری کی وجہ سے کسی غزوہ میں شریک نہیں ہو سکے یا بیماری کی وجہ سے ویسے سریّوں پر نہ جاسکے۔ فرماتا ہے کہ نہ کمزوروں پر حرج ہے، نہ مریضوں پر اور نہ ان لوگوں پر جو اپنے پاس خرچ کرنے کے لئے کچھ نہیں پاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانہ میں جو دور کے سفر درپیش ہوتے تھے ان میں کچھ مال بھی خرچ کرنا پڑتا تھا کیونکہ بعض سفر ایسے تھے کہ سواری کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ تو ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا لیکن جب تو نے وہ قبول نہ کیا تو اس حال میں لوٹے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ اب یہ شان صحابہ کی شان کے سوا اور کسے نصیب ہو سکتی ہے۔ جان دینے گئے، جان نہ لی گئی اور اس پر روتے ہوئے واپس چلے گئے۔ تو یہ وہ خاص صحابہ کی شان ہے جو دنیا میں کبھی کسی رسول کے صحابہ کو نصیب نہیں ہوئی۔

﴿لَايَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾۔ مگر شرط یہ ہے کہ ان کا دین اللہ اور رسول کے لئے خالص ہو، ان کی نیتیں ٹھیک ہوں۔ ﴿مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ﴾ جو احسان کرنے والے ہیں ان کے خلاف تم کوئی راہ نہیں پاؤ گے ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔ (سورة التوبه آيت ۹۱)

پھر اعراب کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَاللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ. اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ . سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ . اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التوبة :۹۹) اعراب کے متعلق جیسا کہ بعض دوسری آیات سے پتہ چلتا ہے بار بار ذکر آیا ہے کہ ان میں منافقین بہت تھے مگر قرآن کریم بہت انصاف سے کام لیتا ہے اور فرماتا ہے کہ اعراب میں بھی ایسے لوگ ہیں جن میں کوئی نفاق نہیں ہے۔ وہ تہ دل سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں اور ﴿وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَاللّٰهِ﴾ اور خرچ کرتا ہے، یعنی وہ اعرابی لوگ اللہ کے رستہ میں خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنے کے لئے ﴿وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ﴾ اور رسول کی طرف سے سلام حاصل کرنے کے لئے ﴿اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ﴾ خبردار، سنو! یقیناً ان کی یہ قربانیاں ان کے لئے قربت کا نشان ہوں گی، قربت کی وجہ بنیں گی۔ ﴿ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ﴾ اللہ ضرور ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کہ اللہ تو بہت زیادہ بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

پھر ایک اور سورۃ التوبہ کی آیت ہے نمبر ۱۰۴، اس میں فرمایا ﴿اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴾۔ کیا انہوں نے معلوم نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے سچی توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔ ﴿عَنْ عِبَادِہٖ﴾ میں یہ بات ظاہر ہو گئی کہ جو شیطان کے بندے ہوتے ہیں وہ جھوٹے منہ سے توبہ کریں بھی تو توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ﴿عَنْ عِبَادِہٖ﴾ اپنے بندوں سے تو وہ توبہ ضرور قبول کرتا ہے ﴿وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ﴾ اور صدقات لے لیتا ہے۔ ﴿وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴾ اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ صدقات جو اللہ تعالیٰ لیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کو تو نہیں ملتے، یہ تو اللہ کے بندوں کو ملتے ہیں اور اللہ کے بندوں کو جو اللہ کی خاطر صدقات دئے جائیں وہ اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتا ہے۔ جو اپنے نفس کی خاطر، اپنے نفس کی بڑائی کی خاطر یا کسی اور وجہ سے صدقات دئے جائیں وہ ضائع چلے جاتے ہیں۔ نہ اللہ کو ملتے ہیں نہ اس کے کسی شریک کو۔ مگر جو خدا کی خاطر صدقے دیئے جاتے ہیں وہی دنیا میں غریبوں کو ہی ملتے ہیں اور اللہ کو براہ راست آپ کچھ بھی عطا نہیں کر سکتے کیونکہ وہ غَنِیٌّ کَرِیْم ہے، ہر چیز سے بہت مستغنی ہے اور اس کو کسی انسانی مال و دولت کی ضرورت نہیں۔

پھر فرمایا سورۃ التوبہ آیت ۱۰۱، ۱۰۲ میں ﴿وَمِمَّنْ حَوْلَکُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ﴾ اور جو تمہارے ماحول میں اعرابیوں میں سے منافقین ہیں ﴿وَمِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ﴾ اور مدینہ والوں میں سے بھی، صرف یہ نہیں، منافق اعرابیوں میں بھی ملتے ہیں یعنی بدوؤں میں بلکہ مدینہ میں بھی کثرت سے منافقین ہیں جو دن رات رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچایا کرتے تھے اور خاص طور پر یہودی ان میں سب سے پیش پیش تھے۔ فرمایا ﴿مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ﴾ وہ نفاق پر جم چکے ہیں۔ ﴿مَرَدُوْا﴾ کا یہ مطلب ہے۔ تُو انہیں نہیں جانتا ہم انہیں جانتے ہیں۔ ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے۔ پھر وہ عذاب عظیم کی طرف لوٹا دئے جائیں گے۔

سوال یہ ہے کہ ان کو دو دفعہ کیسے عذاب دیا گیا۔ ایک دفعہ تو یہ عذاب دیا گیا کہ انہوں نے جب مدینہ پر حملہ کیا تھا تو مسلمانوں کے ہاتھوں انہیں ہمیشہ زک پہنچی اور کبھی بھی ان کو توفیق نہ ملی کہ مسلمانوں پر کامیاب حملے کر سکیں۔ ہر حملہ کے نتیجہ میں ان کو زک پہنچی اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وہ آندھی چلائی گئی جو غیر معمولی آندھی تھی اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اسی دنیا میں ان کو دوسرا عذاب ملا۔ اسی طرح یہود جو مدینہ سے نکالے گئے ان کو ایک عذاب یہ ملا اور پھر جب شرارتیں انہوں نے جاری رکھیں تو ان کے اس وطن میں جہاں انہوں نے پناہ لی تھی وہاں مسلمانوں کو فتح عظیم عطا فرمائی اور ان کو پھر دوہری سزا ملی۔ تو یہ دو عذاب تو دنیا کے تھے اور ایک آخرت کا عذاب جو بہت بڑا ہوگا وہ اس کے علاوہ ہے۔

لیکن اس کے باوجود کچھ دوسرے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، اب ان سب لوگوں میں سے جنہوں نے شرارتیں بھی کیں، کفر کئے، بہت بار بار ظلم کئے۔ پھر کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا۔ انہوں نے اچھے اعمال اور دوسرے بد اعمال ملا جلا دئے، کچھ اچھے اعمال تھے کچھ برے اعمال تھے دونوں ان سے سرزد ہوئے۔ بعید نہیں کہ اللہ ان پر توبہ قبول کرتے ہوئے جھکے۔ اب بعید نہیں سے مراد یہ ہے کہ ان کی سب کی توبہ ضرور قبول نہیں ہو گی۔ اللہ ان کے دلوں کو دیکھے گا اور ان کے حالات کو دیکھے گا۔ اگر وہ اس لائق ہوئے کہ ان کی توبہ قبول کی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرما لے گا۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت امام بخاری اپنی کتاب صحیح بخاری میں سورۃ التوبہ کی اس آیت کریمہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ آج رات دو فرشتے میرے پاس آئے اور مجھے جگایا۔ ہم ایک شہر میں پہنچے جو سونے کی اور چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا۔ وہاں ہمیں بعض ایسے لوگ ملے جن کے بدن کا ایک حصہ تو نہایت خوبصورت تھا اور ایک حصہ نہایت بدصورت۔ یعنی ﴿خَلَطُوْا اَعْمَالَھُمْ﴾ انہوں نے اپنے اعمال ملا جلا دئے تھے۔ فرشتوں نے ان سے کہا کہ فلاں نہر میں داخل ہو جاؤ۔ وہ اس میں داخل ہو گئے اور پھر جب واپس ہمارے پاس آئے تو اُن کی بدصورتی دُور ہو چکی تھی۔ اب یہ نہر استغفار اور توبہ کی نہر ہے۔ ان کو فرشتوں نے حکم دیا کہ تم توبہ اور استغفار کے پانی سے نہاؤ اور یہ ایسا غسل ہے جس کے نتیجہ میں تمہاری برائیاں اور بدصورتیاں دور ہو جائیں گی۔ فرمایا وہ بہت خوبصورت ہو چکے تھے۔ فرشتوں نے مجھ سے کہا کہ یہ جنتِ عدن ہے۔ ان لوگوں کی جنت کو جنت عدن نہیں کہا گیا جس کی توبہ قبول ہوئی تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جس جنت میں اللہ تعالیٰ نے رکھنا تھا، جس کی خوشخبری دی گئی تھی اس کے متعلق فرمایا۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی فرمایا اور یہیں آپ کا گھر ہے۔

ترجمہ کرنے والے جب خدا رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہوتا ہے تو وہاں آپ کا لفظ استعمال کر لیتے ہیں یہ مناسب نہیں ہے۔ یہ خدا کی شان ہے۔ وہ یہ کہتا ہے اور یہیں تیرا گھر ہے اے محمد! اور یہ بہت زیادہ پیار کا اظہار ہے بہ نسبت آپ کہنا۔ اور وہ لوگ جن کا آدھا بدن خوبصورت اور آدھا بدصورت تھا، وہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے اچھے اعمال اور بُرے اعمال کو باہم ملا جلا دیا تھا تاہم اللہ تعالیٰ نے اُن سے صرفِ نظر فرمایا۔

سورۃ التوبہ ہی کی ۱۱۷ آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَۃِ الْعُسْرَۃِ مِنْ بَعْدِ مَا کَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْھُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ اِنَّہٗ بِھِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾۔ اب یہ وہ آیت ہے جہاں ﴿غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ کی بجائے ﴿رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ فرمایا گیا ہے۔ اور اس میں بھی حکمت ہے۔ ترجمہ اس کا یہ ہے یقیناً اللہ نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر توبہ قبول کرتے ہوئے جھکا جنہوں نے تنگی کے وقت اس کی پیروی کی تھی۔ پس جنہوں نے تنگی کے وقت محمد رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا اور پیروی کی ان کے لئے ﴿غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ نہیں فرمایا ﴿رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ فرمایا۔ ان سے تو اللہ تعالیٰ بہت پیار کرتا ہے، بہت ہی رأفت کا سلوک فرمائے گا۔

﴿مَا کَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْھُمْ﴾ عسرۃ کا انہوں نے قبول کیا باوجود اس کے کہ ان میں سے بعض لوگوں کے دل ٹیڑھے ہونے پر تیار بیٹھے تھے۔ بہت سخت ابتلاء تھا اور خطرہ تھا کہ بعض لوگ اس ابتلاء کا شکار ہو جائیں گے اس کے باوجود ﴿ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ﴾ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرتے ہوئے ان کے استغفار کو قبول فرمالیا۔ توبہ کرتے ہوئے ان پر جھکا ﴿اِنَّہٗ بِھِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ وہ ایسے لوگوں پر جنہوں نے سختیوں میں آنحضرت ﷺ کا ساتھ دیا تھا بہت ہی رأفت فرمانے والا ہے اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

ایک اور آیت سورۃ توبہ آیت ۱۱۸ ہے ﴿وَعَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْھِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّآ اِلَیْہِ ۔ ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ لِیَتُوْبُوْا ۔ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴾۔ اور ان تینوں پر بھی اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتے ہوئے جھکا جو ایک غزوہ میں پیچھے رہ گئے تھے، جو پیچھے چھوڑ دئے گئے تھے۔ ﴿خُلِّفُوْا﴾ کا مطلب ہے پیچھے چھوڑ دئے گئے تھے۔ یہاں تک کہ جب زمین ان پر باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں تنگی محسوس کرنے لگیں اور انہوں نے گمان کیا کہ اللہ سے کوئی پناہ کی جگہ نہیں مگر پھر اسی کی طرف۔ وہ ان پر قبولیت کی طرف مائل ہوتے ہوئے جھک گیا تاکہ وہ توبہ کر سکیں۔ یقیناً اللہ ہی بار بار توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل جو سورۃ التوبہ میں یہ اشارہ ملتا ہے وہ تین لوگ کون تھے، کیا واقعہ ہوا تھا۔ اس کی تفصیل میں حضرت امام بخاری ایک حدیث درج کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے کعب بن مالکؓ سے ''وَعَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا'' والے واقعہ کے بارہ میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری توبہ کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مَیں اپنا سارا مال اللہ اور اُس کے رسول کی خاطر صدقہ کر دوں۔ یعنی توبہ کی شرائط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے نہیں رکھی تھیں، انہوں نے اپنے اوپر یہ شرائط فرض کر لی تھیں اور عرض کیا تھا کہ میں نے اپنے اوپر توبہ کرتے ہوئے یہ شرط بھی لگالی ہے کہ میں اپنا سارا مال صدقہ کر دوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اپنا کچھ مال اپنے پاس بھی رکھ، یہ تیرے لئے بہتر ہے۔

اب یہ جو مضمون ہے اس کے متعلق آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ سوائے چند استثنائی واقعات کے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کسی سے ۳/ا سے زیادہ قبول نہیں کیا کرتے تھے۔ایک حضرت ابو بکرؓ کاذکر آتا ہے کہ ان سے سارا مال قبول فرمالیا۔ایک حضرت عمرؓ کاذکر آتا ہے کہ ان سے آدھا مال قبول فرمالیا،اس کے سوا باقی سب لوگوں سے پورا مال ان کے گھر کا وصول نہیں کیا کرتے تھے۔اور یہ بھی ایک وصیت کی شرط ہے کہ ۳/ا سے زیادہ وصیت نہیں ہو سکتی۔پس خدا کی راہ میں رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی طریق تھا کہ ۳/ا مال سے زیادہ نہیں لیا کرتے تھے۔کسی نے اپنے اوپر شرط بھی لگالی ہو جو ایک قسم کا عہد ہے۔پھر بھی فرماتے ہیں کہ نہیں تم اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے لئے رکھا کرو اور ایک موقع پر فرمایا یہ بہتر ہے ایک شخص کے لئے کہ یہ تیری بیوی بچے بھوکے نہ مریں ان کا حق پورا ادا کرو۔اگر نہیں کرو گے تو اس سے خرابیاں پھیلیں گی اور وہ خرابیاں آج تک دنیا میں اسی وجہ سے بعض شریروں کے بہکانے کی وجہ سے بچوں میں پھیل جاتی ہیں۔

کئی لوگ ایسے ہیں جنہوں نے وصیتیں کیں،۳/ا خدا کی راہ میں خرچ کیا تو ان کی بدقسمت بیویوں نے اپنے بچوں کو بہکایا کہ دیکھو سارا مال تو یہ اپنے مرکز قادیان کو بھیج دیتا ہے۔یہ تو انہوں نے نہیں کہا کہ اللہ اور رسول کے لئے بھیجتا ہے مگر بہکاتے وقت یہ کہا کہ اپنے مرکز قادیان کو بھیج دیتا ہے۔تم لوگوں کو کچھ بھی نہیں ملتا۔پھر وہ بچوں کو سکھایا کرتی تھیں۔یہ ایسے واقعات ہیں جن کا میں خود گواہ ہوں،ان کے بعض بڑے ہوئے بچوں نے مجھ سے خود ذکر کیا کہ اس طرح ہمیں ہماری ماں نے ہمارے باپوں کے خلاف کیا۔ہم سے مطالبے کرواتی تھیں کہ اپنے باپ سے کہو ہمیں ایک سائیکل لے دو،ایک موٹر لے دو،ایک موٹر سائیکل لے دو وغیرہ وغیرہ،جو اس کی استطاعت میں ویسے بھی نہیں تھا جو جب یہ کہتا کہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا،سادگی سے زندگی گزارو تو وہ ان کو کہا کرتی تھیں دیکھ لیا یہ سارے پیسے تو قادیان بھیج دیتا ہے تم بیچاروں کے لئے کیا رکھا ہے۔

تو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اسی لئے سب مال نہیں لیا کرتے تھے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ اس مال پر تمہاری بیویوں،بچوں کا حق ہے وہ ادا کرو اور پھر جو بچ جائے اس میں سے ۳/ا سے زیادہ میں قبول نہیں کروں گا،۳/ا ہی کافی ہے۔مگر جو شریر ہوتے ہیں وہ ۳/ا کے اوپر بھی اعتراض کر دیتے ہیں۔آج کل بھی شاید ہوتے ہوں لیکن میں پہلے زمانہ کی بات کر رہا ہوں جب میں دورے کیا کرتا تھا،ایسے لوگوں سے میں نے خود ملاقات کی،خود حالات دریافت کئے،ہر جگہ ایسے دوست نظر آئے جن کی ماؤں نے ان کو تباہ کیا۔

ایک سورۃ ھود کی آیت ہے اب یہ سورۃ التوبہ ختم ہوئی اور سورۃ ھود کی آیات ۴۱،۴۲ ہیں۔ ﴿حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ کُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ. وَقَالَ ارْکَبُوْا فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ یہاں حضرت نوح کے واقعہ کا ذکر فرمایا گیا ہے جب تنور خوب زور سے اچھل پڑا۔﴿قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ کُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ﴾ یہاں تک کہ جب خدا تعالیٰ کا وعدہ آ گیا،اس کا امر آ گیا،اس کی تقدیر ظاہر ہو گئی اور تنور ابل پڑا یعنی زمین سے بھی بڑے زور سے چشمے پھوٹ پڑے۔﴿قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ کُلٍّ زَوْجَیْنِ﴾ ہم نے کہا کہ ہر جانور کا جوڑا اس میں رکھ لو،دو دو جوڑے ﴿وَاَهْلَكَ﴾ اور اپنے اہل کو،سوائے اس کے ﴿اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ﴾ جس کے خلاف ہمارا فیصلہ صادر ہو چکا ہے۔اور ان کو بھی رکھ لو خواہ تیرے ظاہری اہل سے نہ ہوں جو ایمان لے آئے ہوں۔

اب یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا جہان کے جانوروں کے جوڑے اس میں رکھے گئے تھے،یہ بالکل ایک جھوٹ خیال ہے۔یہ بعض علماء اپنی طرف سے یہ بات پیش کرتے ہیں کہ سانپ،بچھو،چیتے،شیر،ہر قسم کے جانور بھیڑئے وغیرہ ہر قسم کے جانوروں کے جوڑے وہاں رکھ لئے گئے تھے۔اگر سب قسم کے جانوروں کے جوڑے وہاں رکھے جاتے تو وہ کشتی تو کئی ہزار میل لمبی ہونی چاہئے تھی لیکن وہ عام سائز کی کشتی تھی۔اس سے مراد یہ تھی کہ جن جوڑوں کی تمہیں ضرورت پڑ سکتی ہے یعنی کھانے پینے کے سامان کے لئے کچھ گائیں بھینسیں کچھ بھیڑیں رکھ لو۔اسی طرح پرندوں کے بعض جوڑے رکھ لو کیونکہ بعض پرندوں نے بھی ان کے کام آنا تھا تو جب یہ سب کچھ ہو گیا اور وہ جوڑے اندر کشتی میں رکھ لئے گئے۔

﴿وَقَالَ ارْکَبُوْا فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا﴾ کہا اب اس میں بیٹھ جاؤ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ اللہ کا نام لے کر۔اللہ ہی کے نام سے یہ کشتی چلتی ہے،اس کشتی کا چلنا ہے اور اس کا ٹھہرنا ہے قرار پکڑنا ہے ﴿اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ یقیناً میرا رب بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

پھر سورۃ ھود کی آیت نمبر ۹۱ ہے ﴿وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ﴾ تم استغفار کرو اپنے رب کے حضور ﴿ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ﴾ پھر توبہ کرتے ہوئے اس کی طرف جھکو ﴿اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ﴾ یہاں رحیم پہلے آیا ہے اور وَدُود بعد میں۔یقیناً اللہ تعالیٰ بار بار رحم فرمانے والا اور بہت ہی پیار کرنے والا ہے۔تو یہاں جن لوگوں کا ذکر ہے وہ حضرت ہود کے ساتھ تھے اور بہت قربانی کر کے انہوں نے حضرت ھود کا ساتھ دیا تھا اور قوم نے ان کو نیچا دیکھا اور جھٹلایا اور بہت ہی ذلیل سمجھا۔تو بظاہر وہ ذلیل آدمی (مگر) خدا سے محبت کرنے والے تھے اور خدا کی محبت پانے والے تھے۔اس لئے یہاں صرف رحیم نہیں فرمایا بلکہ وَدُود بھی فرمایا ہے۔

اب اس کے بعد ایک آیت ہے سورۂ یوسف آیت ۵۴ ﴿وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ . اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ حضرت یوسف نے جب اپنی پوری پاکیزگی دکھائی،ہر برے فعل سے اجتناب کیا اور خدا کی خاطر جیل میں جانا بھی قبول کر لیا اس کے باوجود یہ کہا ﴿وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ﴾ میں اپنے نفس کو بری الذمہ قرار نہیں دیتا۔جو کچھ بھی ہوا ہے اللہ کے رحم اور اس کے فضل کے نتیجہ میں ہوا ہے۔میں بھی تو ایک نفس رکھتا ہوں ﴿لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ﴾ جو بری باتوں کا بہت زور سے اور بار بار حکم دیتا ہے ﴿اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ﴾ مگر اس کا اثر صرف اس پر پڑتا ہے جس پر اللہ رحم فرمائے ﴿اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ﴾ مگر جس پر اللہ رحم فرمائے اس کو اس کا نفس کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔فرمایا کہ مجھ پر اللہ نے رحم فرمایا تھا اس کے نتیجہ میں مَیں ان برائیوں سے بچا ہوں۔﴿اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ یقیناً میرا رب بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

اب سورۃ یوسف کی آیت ۵۴ کی تفسیر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یہ طوفان جو نفسانی خواہشات کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے یہ نہایت سخت اور دیرپا طوفان ہے جو کسی طرح بجز رحم خداوندی کے دور ہو ہی نہیں سکتا اور جس طرح جسمانی وجود کے تمام اعضاء میں سے ہڈی نہایت سخت ہے اور اس کی عمر بھی بہت لمبی ہے اسی طرح اس طوفان کے دور کرنے والی قوت ایمانی نہایت سخت اور عمر بھی لمبی رکھتی ہے تا ایسے دشمن کا دیر تک مقابلہ کر کے پامال کر سکے اور وہ بھی خدا تعالیٰ کے رحم سے“۔یعنی خدا تعالیٰ جو توفیق دیتا ہے کہ انسان مضبوطی کے ساتھ راہ حق پر قائم ہو جائے اور اپنے نفس کو شکست دے دے ﴿اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ﴾ جیسا کہ حضرت یوسف نے فرمایا تھا مگر وہ جس پر اللہ رحم کرے۔فرمایا ”وہ بھی خدا تعالیٰ کے رحم سے کیونکہ شہوات نفسانیہ کا طوفان ایک ایسا ہولناک اور پر آشوب طوفان ہے کہ بجز خاص رحم حضرت احدیت کے فرو نہیں ہو سکتا“۔یعنی انسانی نفس کے جذبات اور شہوات خواہ کسی چیز کے لئے ہوں دنیا کی حرص کے لئے یا جذباتِ شیطانی کے نتیجہ میں جو بھی صورت ہو وہ طوفان بہت خوفناک ہوتا ہے۔

حضرت نوح کا طوفان تو ایک ظاہری طوفان تھا۔یہ باطن کا طوفان جو ہے اس سے بچ نکلنا اور اس میں نہ ڈوبنا سوائے اللہ کے رحم کے ممکن نہیں ہے۔”اسی وجہ سے حضرت یوسف کو کہنا پڑا ﴿وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ.اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ﴾“ حضرت یوسف کو بھی تو یہ کہنا پڑا تھا کہ میں اپنے نفس کو بری الذمہ نہیں کرتا۔﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ﴾ نفس تو یقیناً بار بار اور بڑی شدت سے برائیوں کا حکم دیتا ہے۔﴿اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ﴾ سوائے اس کے کہ میرا رب جس پر رحم فرمائے۔تو دوسروں کے لئے ایک نمونہ قائم فرما دیا کہ مجھے دیکھو مجھ پر بھی تو اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا تھا۔پس تم بھی خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو،وہ تم پر بھی رحم فرما سکتا ہے۔

”نفس نہایت درجہ بدی کا حکم دینے والا ہے اور اس کے حملہ سے مخلصی غیر ممکن ہے مگر یہ کہ

خود خدا تعالیٰ رحم فرمائے۔ اس آیت میں جیسا کہ فقرہ ﴿اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ﴾ ہے طوفان نوح کے ذکر کے وقت بھی اسی کے مشابہ الفاظ ہیں"۔ اس لئے مَیں نے طوفان نوح کا جو ذکر کیا تھا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی فرما رہے ہیں کہ طوفان نوح کے ذکر میں بھی ﴿مَا رَحِمَ رَبِّیْ﴾ والی بات اللہ تعالیٰ نے فرمائی تھی کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ﴾ آج کے دن اس طوفان سے کوئی بھی نہیں بچ سکتا اللہ کی تقدیر سے ﴿مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ﴾ ہاں مگر وہ جس پر خود خدا تعالیٰ رحم فرمائے وہ خود اپنی تقدیر سے لوگوں کو بچا سکتا ہے۔ پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ طوفان شہواتِ نفسانیہ اپنی عظمت اور ہیبت میں نوح کے طوفان سے مشابہ ہے"۔

سورۃ یوسف کی دو آیات ہیں ایک نمبر ۹۸ اور ایک نمبر ۹۹۔ ﴿قَالُوْا یٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْلَنَا اِنَّا کُنَّا خٰطِئِیْنَ﴾۔ انہوں نے کہ اے ہمارے باپ ہمارے لئے استغفار کر، ہمارے گناہوں سے توبہ کے لئے دعا کر اور استغفار سے کام لے ﴿اِنَّا کُنَّا خٰطِئِیْنَ﴾ ہم اقراری مجرم ہیں، یقیناً ہم ہی تھے جو خطاکار تھے۔ ﴿قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ﴾ انہوں نے کہا مَیں ضرور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کروں گا۔ ﴿اِنَّہٗ ھُوَالْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ یقیناً وہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔

اب سورۃ ابراہیم کی دو آیات ہیں نمبر ۳۶ اور نمبر ۳۷۔ ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ. رَبِّ اِنَّھُنَّ اَضْلَلْنَ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ. فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾۔ یاد کرو جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے رب اس شہر کو امن کی جگہ بنا دے۔ اس وقت وہاں کوئی شہر آباد نہیں ہوا تھا اور اس کو ایک شہر کی شکل دے دے۔ پھر جب وہ آباد کر دیا گیا تو کہا اے میرے رب اس شہر کو امن کی جگہ بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو اس بات سے بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

اب دیکھیں کتنی بد قسمتی ہے کہ اسی مکہ میں، اسی شہر میں، اسی خانہ کعبہ میں اس کثرت سے بُت رکھ دئے گئے تھے کہ سال کے جتنے دن ہیں اتنے ہی وہاں بت ہوا کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے رحم اور اس کی پناہ کے سوا بت نکلا نہیں کرتے، نکال کر باہر بھی کر دئے جائیں اور ابراہیم جیسے جری بُت شکن بھی اس کو نکال کے پھینک دیں تب بھی دشمن یعنی شیطان ان کو پھر دوبارہ وہاں آباد کر دیا کرتا ہے۔ پس یہی حال دلوں کا ہے۔ دلوں کے بت آپ کتنے توڑیں گے بار بار توڑتے چلے جائیں نت نئے بت اُٹھتے چلے جائیں گے۔ یہ خیال کر لینا کہ ہم نے اپنے دلوں کے سارے بت توڑ دئے ہیں یہ صرف وہم ہے سوائے اس کے کہ دعا کرو اللہ سے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بتوں کو، ہمارے نفس کے بتوں کو، ہماری انا کے بتوں کو، ہماری شہوات نفسانی کے بتوں کو پارہ پارہ کرتا چلا جائے اور جب بھی یہ سر اٹھائیں پھر دوبارہ ان بتوں کو توڑ دیا کر۔

حضرت ابراہیم عرض کرتے ہیں اے میرے رب انہوں نے یقیناً لوگوں میں سے بہتوں کو گمراہ بنا دیا ہے۔ پس جس نے میری پیروی کی وہ یقیناً مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی۔ اب جس نے نافرمانی کی حضرت ابراہیم کی۔ دیکھیں حضرت ابراہیم کا دل کتنا شفیق اور مہربان تھا۔ یہ نہیں فرمایا پھر ان کو عذاب دے دے بلکہ فرمایا تُو تو بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ جو میری نافرمانی بھی کریں گے ان پر بھی اپنی نظر کرم فرما۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں۔ تُو تو بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ تُو ان میں سے بھی جن کو تُو بخش سکے، بخشنا چاہے ان کو بخش دے اور بار بار رحم فرما۔

یہ چند آیات ہیں جو میں نے آج کے لئے چنی تھیں۔ اب چونکہ وقت زیادہ ہو جاتا ہے اس لئے مَیں نے نسبتاً کم آیات آج کے لئے چنی ہیں اور اگلی دفعہ پھر یہ مضمون جاری رہے گا اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ کونسی آیات آپ کے سامنے پیش کی جائیں گی۔

میں ایک دو امور متفرق آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ڈاک کے ضمن میں دو امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں سب خطوط خود پڑھتا ہوں۔ یہ جو بار بار لوگوں کو وہم ہوتا ہے کہ ہمارے خطوط خلاصے بنا بنا کے پرائیویٹ سیکرٹری دیتا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ خلاصے آتے تو ضرور ہیں مگر پاکستان سے اور بعض دفعہ جرمنی سے مگر وہ خلاصے بہت ہی واضح خلاصے ہوتے ہیں، ان میں کھلی کھلی بات بیان کی ہوتی ہے۔ یہ مطلب کی بات ہے اور یہ زائد بات ہے لیکن عجیب بات ہے کہ لوگ اس غرض سے کہ مَیں خود ان کے خط پڑھوں اور کھولوں وہ ان دعائیہ خطوط پر جو محض دعا کے لئے ہیں اوپر لکھتے ہیں پرسنل، پرائیویٹ، Confidential۔ اور اس کے علاوہ اس پر سیلوٹیپ اس طرح چپکائی ہوئی ہوتی ہے کہ گویا کوئی ڈاکہ مار لے گا بیچ میں سے اور میرے تک پہنچنے سے پہلے کھول نہ لے اور کل جو ڈاک میں نے دیکھی اس میں پرسنل، پرائیویٹ اور Confidential خطوط میں صرف دعا کے خطوط تھے۔ اب دعا تو کانفیڈینشل ہے مگر میرے لئے ہے لوگوں کے سامنے تو میں دعا نہیں کروں گا لیکن بعض دعائیں عام بھی ہوتی ہیں۔ اس کو پرائیویٹ سیکرٹری کی نظروں سے کس طرح آپ چھپا سکتے ہیں۔ یا ہمارے عملہ کی نظروں سے کس طرح چھپا سکتے ہیں۔ وہ ڈاک تو میں بہر حال پرائیویٹ سیکرٹری کو دوں گا۔ بعض خطوط کے جواب میں میں خود دستخط کرتا ہوں۔ اکثر خطوط کے جواب میں مجھ سے سن کر پرائیویٹ سیکرٹری دستخط کرتے ہیں کیونکہ میرے پاس بہت زیادہ دستخطوں کا وقت نہیں ہوتا لیکن اس میں چھپانے کی بات کوئی نہیں ہے۔ خدا کے لئے عقل سے کام لیں۔ اس قسم کی حرکتیں کریں گے تو پھر مجھے مجبوراً سارے خطوط پرائیویٹ سیکرٹری کو دے دینے پڑیں گے کہ خود ہی پڑھو اور خلاصے نکالو۔

اس کے علاوہ دوسری بات یہ کہنی ہے کہ ہومیو پیتھک نسخوں کی طلب دور بیٹھے لوگ کرتے رہتے ہیں۔ پاکستان سے، ربوہ سے کہ ہمیں فلاں بیماری کا ہومیو پیتھک نسخہ بھیجیں۔ اب بعض دفعہ تو میں مجبوراً ہومیو پیتھک ڈیپارٹمنٹ کو کہتا ہوں کہ ان کو جواب دیں لیکن یہ ہے غلط بات۔ اتنی دور بیٹھے علاج ہو ہی نہیں سکتا۔ ناممکن ہے کہ ہومیو پیتھک علاج پوری طرح گفتگو اور تحقیق کے بغیر کیا جا سکے۔ پس جو بھی ہومیو پیتھک علاج چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ کسی ڈاکٹر کے پاس جائے اور اس کو اپنی ساری حقیقت بیان کر کے اس سے نسخہ لے۔

اب ربوہ جیسے شہر میں اللہ کے فضل کے ساتھ وقف جدید کی ڈسپنسری کے علاوہ اب ایک طاہر ہومیو ڈسپنسری چل پڑی ہے جس میں ہمہ وقت بعض ڈاکٹر اپنے آپ کو پیش کئے ہوئے ہیں اور اچھے قابل ہیں۔ میرے نسخے بھی ان کو ازبر ہیں اور اپنی ذات میں بھی اچھا فیصلہ کرنے کی توفیق ملتی ہے تو ان سے دوائی لیا کریں۔

اسی طرح لاہور میں بھی ہومیو پیتھس ہیں احمدی ہومیو پیتھ جو مفت علاج کریں گے پنڈی میں بھی ہیں، کراچی میں بھی ہیں تو ان سب کو موقع پر اپنا حال بیان کر کے اپنی تفصیل بتا کر ان سے علاج کروایا کریں۔ ہر بات مجھے نہ لکھا کریں کہ ہمیں یہ بیماری ہے اس لئے ہمارے لئے تم نسخہ اپنے ہاتھ سے تجویز کرو۔ اتنی دور بیٹھے میں نسخہ تجویز کر ہی نہیں سکتا، یہ عقل کے خلاف بات ہے۔ کیسے میں مریض کو جس کو میں جانتا بھی نہیں اس کے حالات کو نہیں جانتا، اس کی تفصیلی تحقیقات نہیں کیوں نسخہ دے سکتا ہوں۔

تو اس معاملہ میں بھی میری مدد فرمائیں اور ہومیو پیتھی نسخہ کی بجائے بیماری کے لئے جو اصل بات ہے دعا، ان کے لئے باقاعدگی سے کرتا ہوں لازماً۔ ایک بھی نماز تہجد کی ایسی نہیں جس میں ان سب کے لئے میں یہ دعا نہ کرتا ہوں کہ اے اللہ ان کو شفا کاملہ و عاجلہ عطا فرما اور کوئی بھی ایسا حصہ بیماری کا باقی نہ رہے جو تکلیف دہ حصہ باقی بچ جائے۔ یہ تو التجا ہے پھر بھی بعض دفعہ بعضوں کے حق میں تقدیر ظاہر ہو چکی ہوتی ہے اور قبول نہیں ہوتی۔ تو بار بار اصرار کے نتیجے میں تو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرے گا اس کا ایک فیصلہ صادر ہو چکا ہے۔ مثلاً کینسر کے مریض ہیں اب وہ لکھتے ہیں بار بار دعا کے لئے میں دعا بھی کرتا ہوں۔ بعض کینسر کے مریضوں کو خدا تعالیٰ بغیر وجہ کے ہی ٹھیک کر دیتا ہے یہ اس کی اپنی مرضی ہے اور بعض ایسے ہیں جو ٹھیک نہیں ہو سکتے۔ ان کی تقدیر ظاہر ہو چکی ہوتی ہے اور بہر حال انہوں نے اپنے رب کے حضور لوٹنا ہے تو انکے لئے تو میں صرف یہ دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ اگر تیرے نزدیک وقت معین آچکا ہے، اگر انہوں نے اب تیرے حضور پہنچنا ہی ہے تو پھر آرام سے ان کی جان نکال اور پیار اور محبت اور شفقت کے ساتھ ان سے سلوک فرما۔ تو آپ بھی اپنے مریضوں کے لئے یہی دعا کیا کریں۔ اب میں امید رکھتا ہوں کہ ان دو نصیحتوں کو بھی آپ لوگ اچھی طرح یاد رکھیں گے۔